

# خاندانی منصوبہ بندی اور علماء کے فتاویٰ

☆ پروفیسر ابو شہاب ربیع اللہ

خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق علمائے برصغیر پاک ہند کے فتاویٰ پیش کرنے سے پہلے اس کی مختصر سی وضاحت ضروری ہے۔ اکثر یہ کہہ کر اس بارے میں غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی سے مراد یہ ہے کہ اولاد بالکل پیدا نہ ہو، اور انسان بے اولاد ہی رہے۔ یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہی نہیں بلکہ مضحکہ خیز بات بھی ہے۔ انسان کا فطری جذبہ ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو۔

خاندانی منصوبہ بندی اس فطری جذبہ کو ختم کرنا نہیں چاہتی بلکہ اس سے تو اس قدر اولاد کا پیدا ہونا مقصود ہے جس کی ہم اپنے وسائل کے مطابق نہایت خوش اسلوبی سے پرورش کر سکیں۔ اُن کی ذمہ داریوں کو نباہ سکیں اور دوسرے یہ کہ بچوں کی پیدائش کے درمیان مناسب وقفہ ہو تاکہ ماں اور بچوں کی صحت قائم رہے، اور جو والدین بچوں کی نعمت سے محروم ہیں ان کو مناسب طبی امداد مہیا کرنا ہے تاکہ ان کی گویں بھی شاداب ہوں۔ ہمیں یہ فتاویٰ نقل کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ہمارے ہاں ایک طبقہ نے دین کے نام پر خاندانی منصوبہ بندی کی مخالفت شروع کر رکھی ہے۔ اس سلسلہ میں اگر عوام کی رہنمائی کے لئے شرعی احکام ہی بیان کر دیئے جاتے تو کچھ بات تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ ان شرعی احکام کا مکمل بلیک آؤٹ کر کے مشرق و مغرب کی باتوں سے اس کا ناجائز ہونا ثابت کیا جاتا ہے حالانکہ اس کے متعلق واضح شرعی احکام موجود ہیں۔ خود برصغیر ہند و پاک کے جید علماء نے دانشگاہ الفاظ میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے لیکن کہیں بھی ان کا ذکر تو کجا ان کی طرف اشارہ تک نہیں کیا جاتا۔ آج ہم انہی حضرات کے کچھ فتاویٰ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ جن لوگوں کو دین سے محبت ہے ان کے دینی جذبات کا اس طرح ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

اس برصغیر میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہمیشہ حنفی فقہ کی پیروکار رہی ہے اور یہاں کے اکثر علمائے دین

جنہوں نے دوامی شہرت حاصل کی ہے اسی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے فتاویٰ نقل کرنے سے پہلے اس بارے میں حنفی فقہ کا مسلک بھی نقل کر دیا جائے، تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔

تادمین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آج جس آیت قرآنی سے خانہ زانی منصوبہ بندی کی حرمت ثابت کی جا رہی ہے، امام ابو حنیفہؒ اسی سے اس کا جواز ثابت کرتے تھے۔ قاضی ابوبکر جصاص جنہوں نے قرآن کریم کی تفسیر حنفی فقہ کے مطابق مرتب فرمائی ہے، امام صاحب کا قول ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:-

”وقد روی عن ابن عمر فی قوله (لنساؤکم حرث لکم) قال کیف شئت ان شئت عزلاً  
أو غیر عزلاً رواة ابو حنیفة عن کثیر السریاح الامم عن ابن عمر۔“

لنساؤکم حرث لکم (تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں) کی تفسیر میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ چاہے صحبت کے وقت عزل کا طریقہ اختیار کر دیا نہ کر دے۔ یہ روایت امام ابو حنیفہؒ نے کثیر السریاح الامم اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے۔

اس کے معاً بجز قاضی ابوبکر جصاص حنفی مذہب کا مسلک ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:-

وهذا عندنا فی ملک الیمن و فی الحرّة اذا اذنت فیہ وقد روی ذلک علی ما ذکرنا من

مذہب اصحابنا عن ابی بکر و عمر و عثمان و ابن مسعود و آخرین غیر ہم۔

ہمارے نزدیک یہ عام اجازت صرف لونڈی تک مخصوص ہے آزاد عورت سے عزل کرنے کے لئے

اس کی اجازت کی ضرورت ہے حنفی مذہب کا یہ مسلک حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت

ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے اجل صحابہ سے بھی مروی ہے۔

آپ نے دیکھا کہ ہماری دینی کتب میں اس مطلب کے لئے عزل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کچھ حضرات اس

کے مفہوم کو بھی گول مول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا شرعی مفہوم ایک مخالف کی زبان سے ہی سنئے:-

”اس کی جو صورت اس زمانے میں معروف تھی، اُسے عزل کہا جاتا ہے یعنی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے

مادہ تولید رحم میں نہ پہنچنے پائے خواہ مرد کوئی صورت اختیار کرے یا عورت فم رحم کو بند کرنے کی کوئی تدبیر کرے۔“

۱۔ احکام القرآن۔ ابوبکر جصاص مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۲۱۶۔ ۲۔ ایضاً صفحہ ۲۱۷

۳۔ ضبط ولادت عقلی اور شرعی حیثیت سے، دارالاشاعت کراچی صفحہ ۲۱۔

اب دیکھئے کہ برصغیر پاک و ہند کے جدید علماء اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ ان علماء میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ دلی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی کا جو بلند مقام ہے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، آپ اپنی تفسیر عزیز می میں واذا المودۃ مسلت کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں:-

”د تجوز عزل بردایات صحیح مشہورہ ثابت است لا شبہۃ فیما داستعمال ودائے قبل از جماع یا بعد زان کہ مانع از انعقاد نطفہ گردد نیز مانند عزل بانزاست“ ۱۔

صحیح اور مشہور احادیث کی بنا پر عزل کا جواز ثابت ہے اور اس جواز میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں اور ضبط ولادت کے لئے جماع سے پہلے یا اس کے بعد دوا وغیرہ کا استعمال بھی عزل کی طرح جائز اور مناسب ہے۔ البتہ جب اس مقصد کے لئے استطاقِ حمل کی ضرورت پڑے تو سلف صالحین نے اس کی کھلی چھٹی نہیں دی بلکہ وہ شرعی عذر متعین فرمادیئے گئے ہیں، جن کی بنا پر ایسا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے پانچ شرعی عذر گنائے ہیں:-

۱۔ عسر ولادت یعنی بچہ کی پیدائش کے وقت عورت کو تکلیف۔

۲۔ قلت مال۔

۳۔ کثرت عیال۔

۴۔ بودن در سفر (سفر میں ہونا)۔

۵۔ قوت منفعت خدمت از کینزک۔ ۵۔

شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر صحابہ کے درمیان کچھ اختلاف تھا۔ حضرت عمرؓ کی مجلس میں اجل صحابہ کے درمیان اس پر بحث ہوئی۔ وہاں جو فیصلہ ہوا آپ بھی اسے ترجیح دیتے ہیں اور اس کو یوں نقل فرماتے ہیں:-

”بجضور حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ درین مجتہد گفتگوی بسیار واقع شد تا آن کہ حضرت امیر المومنین رضی علیہ السلام فرمود جب فرمودند کہ واللہ لا تكون مؤدۃ حتی تاتی علیھا التادات السبع ای کلام راحضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ پسندیدند وہیں قول قرار یافت“ ۱۔

۱۔ تفسیر عزیز می پارہ تیس سورۃ التکویر مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۸۸۹ء صفحہ ۷۸

۵ ایضاً ۷ ایضاً

(ترجمہ) امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کی مجلس میں اس موضوع پر بڑی بحث ہوئی یہاں تک کہ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ واؤ خفی نہیں ہے جب تک کہ اس پر سات دور نہ گزر جائیں (فقہاء نے اس کی مدت چار ماہ مقرر کی ہے) حضرت عمرؓ نے اس بات کو پسند فرمایا اور اسی کے مطابق فیصلہ ہوا۔

شاہ صاحب کا فتویٰ چوں کہ حنفی فقہ کے مطابق ہے اس لئے کسی عالم دین نے اس سے اختلاف نہیں کیا بلکہ دارالافتاء دیوبند نے جب اپنی شرعی نذرات کی بنا پر فتویٰ پوچھا گیا تو حنفی فقہ کے مطابق جواز کا فتویٰ دیا گیا۔ شاہ صاحب نے جو پانچ شرعی نذر گنائے ہیں ان میں سے پہلے شرعی نذر یعنی عمر ولادت کے متعلق دیوبند سے یہ فتویٰ جاری ہوا جس کا عنوان ہے:-

”مانع حمل دواء کا استعمال خاوند کی اجازت سے“

سوال نمبر ۴۳/۱۹۹، ایک عورت کو بوقت زائیدگی بچہ از حد تکلیف ہوتی ہے ایسی صورت میں وہ کوئی ایسا علاج کر سکتی ہے جس سے آئندہ بچہ نہ ہو۔؟

الجواب: خاوند کی اجازت سے ایسا حیلہ کر سکتی ہے جس سے حمل قرار نہ پائے اور اگر خاوند اجازت نہ دے اور بچہ پیدا ہونے کی صورت میں اپنی جان ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو بلا اجازت خاوند بھی ایسا حیلہ کرنا جائز ہوگا۔ قال الشامی بجزئ لہا سد فم الرحم کما تفعلہ النساء مخالفاً لما بحثہ فی البحر من انہ ینبغی ان یکون حواماً لبعیر اذن الزوج قیاساً علی عز لہ بغیر اذ نہا قلت لکن فی البزازیة ان لہ منع امواتہ عن العزل الخ۔ نعم النظر الی فساد الزمان یفید الجواز من المجانبین فما فی البحر مبنی علی اصل المذہب وما فی النضر علی ما قالہ المشائخ۔

(شامی مطبوعہ مصر، باب نکاح الرقیق، صفحہ ۲۹۰ جلد ۲) واللہ اعلم بحکمہ

اس فتویٰ کی عربی عبارت کا بوجہ حنفیہ کا مسلک بیان کرتی ہے۔ ترجمہ یہ ہے:-

”علامہ شامی فرماتے ہیں کہ عورت (مرد کی اجازت کے بغیر) ضبط ولادت کے لئے رحم کا منہ بند کر سکتی ہے جیسا کہ عورتوں میں رواج ہے۔ یہ چیز بجز کی بحث کے مخالف ہے جس کی رو سے مرد کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا حرام ہے۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے کہہ دے کہ لئے عورت کی اجازت کے بغیر عزال کرنا جائز نہیں۔“

میں کہتا ہوں کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو عزل سے منع کر سکتا ہے لیکن ہاں فسادِ زمانہ کی وجہ سے میان بیوی دونوں ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر (ضبط و ولادت پر عمل کر سکتے ہیں اس لئے جو کچھ بھریں ہے یعنی مرد کی اجازت کی ضرورت) وہ تو اصل مذہبِ حنفی پر مبنی ہے اور جو کچھ انھریں ہے وہ بعد کے فقہاء کا فیصلہ ہے۔

ہم نے اوپر شامی کی جس عبارت کا ترجمہ دیا ہے، وہ ان تمام پانچوں شرعی عذرات کی بنا پر عزل کی اجازت دیتی ہے۔ اس میں کسی قسم کی قید نہیں۔ جہاں تک عزل کی اجازت کا تعلق ہے اس کی عام اجازت ہے۔ فقہ کی تمام کتابوں میں ان قیود کے علاوہ اور کوئی قید نہیں۔ ہاں اگر اس سلسلہ میں استطاقِ حمل کی ضرورت پڑتی تھی تو علماء ذرا استیاط برتتے تھے، تاکہ اس کا زیادہ رواج نہ ہو جائے اور اس کو جائز سمجھنے کے باوجود بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ یاد رہے کہ ایسا کرنا آجکل بھی خلافِ قانون ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے مفتیِ اڈل مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فتویٰ نمبر ۶۲۷ میں فرماتے ہیں:-

”استطاقِ حمل قبل جان پڑنے سے جائز ہے اچھا نہیں اور جان پڑ جانے کے بعد ناجائز ہے۔“

موجودہ شکل میں خاندانی منصوبہ بندی کا چرچا آج سے تقریباً تیس سال پہلے اس برصغیر میں ہوا۔ تو اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد نے جن کے ذہنی تبحر علم کے دوست دشمن دونوں مستتر تھے، نئے حالات کے مطابق اس مسئلہ کے سر پہلو کا گہری نظر سے جائزہ لیا اور اپنا فتویٰ ان لفظوں میں دیا تھا:-

”بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ برتھ کنٹرول (یعنی خاندانی منصوبہ بندی) کے سلسلے میں شرع مداخلت کرے، یہ ایک خالص طبی اور اجتماعی مسئلہ ہے۔ اگر اصحابِ علم محسوس کریں کہ سوسائٹی کے مصالح کے لئے اس کی ضرورت ہے تو ضرور اس کے حق میں رائے دے سکتے ہیں۔ اس طرح کی تمام باتوں کو مصالحِ مرسلہ میں سمجھنا چاہیے اور ان کا دروازہ پوری طرح باز ہے۔“ (انتقاس از ماہنامہ الحکیم لاہور نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۲۹)

امید ہے کہ یہ چند فتاویٰ ان لوگوں کی تسلی کے لئے کافی ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ دنیا جہاں کے علماء نے اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دے رکھا ہے۔

